بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

انسان مدنی الطبع ہے۔ ابنائے جنس کے ساتھ مل کر رہنا اس کی فطرت ہے۔ تہذیب و تمدن کے ارتقاء اور ذریت آدم کے پھیلنے کا راز بھی اسی میں ہے اور یہی بات معاشرتی زندگی میں فساد کی بنیاد بھی ہے۔ معاشرتی زندگی کی ابتداء کے ساتھ ھی معاشرے میں فساد پیدا ہوگیا اور اسی وقت سے اصلاح کی کوششیں بھی شروع ہوگئیں، اس لئے کہ فساد کوئی پسندیدہ چیز نہیں۔ لیکن ایسا بہت کم نظر آتا ہے کہ اصلاح کی کوششوں سے مطلوبہ نتائج برآمد ہوئے ہوں۔ ایک سوچنے والے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے۔ کیا وجہ ہے کہ کوششیں بارآور نہیں ہوتیں اور بگاڑ میں دن بدن اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ معاشرے میں فساد کا بانی خود انسان ہے۔ ہم روز مرہ زندگی میں بھی اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں اور عمرانیات تاریخ اور علم الانسان کے مطالعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے انسان کی پیدائش کا جو قصہ بیان کیا ہے اس میں واضح طور پر اس طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالٰے نے آدم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے کہا۔ اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء۔ (کیا تو زمین میں ایک ایسی مخلوق بنانی چاہتا ہے جو اس میں فساد پھیلائے اور خوں ریزی کرے) فرشتوں کی طرف سے اس اندیشے کا اظہار اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ شر و فساد انسان کا ایک فطری خاصہ ہے۔ یہ تو ابتدائے آفرینش کا واقعہ ہے۔ بعد کی تاریخ بھی قرآن کے الفاظ میں شر و فساد کی تاریخ ہے۔ لقد ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس۔ (لوگوں کے ہاتھوں زمین فساد سے بھر چکی ہے) یہ انسان

کے اپنے کرتوت ہیں اور اس کی اپنی کارستانیاں ہیں جو معاشرے میں خرابی اور بگاڑ کا باعث بنتی ہیں۔ جہاں تک اصلاح کی خواہش کا تعلق ہے یہ ہر زمانے میں موجود رہی ہے اور اس کی تکمیل کے لئے طریقے بھی سوچے اور بروئے کار لائے جاتے رہے ہیں۔ لیکن ایسا بہت کم ہوا ہے کہ معاشرہ کلیۃً فساد سے پاک ہوگیا ہو۔ صرف انبیاء کی اصلاحی کوششیں اس ضمن میں نتیجہ خیز نظر آتی ہیں اور اس کی وجہ صرف یہی سمجھ میں آتی ہے کہ انھوں نے اصلاح کے جو طریقے استعمال کئے وہ کسی انسانی ذہن کی پیداوار نہ تھے بلکہ ہدایت ربانی پر مبنی تھے۔

اس ضمن میں ایک بنیادی نکتہ جس کو ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اصلاح کی طرف پہلا قدم یہ ہے کہ اول یہ معلوم کیا جائے کہ خرابی کہاں ہے اور کیوں ہے۔ اس کے بعد دوسرا قدم یہ ہے کہ یہ دریافت کیا جائے کہ خرابی کو دور کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ انسان اپنے تجربوں اور ذاتی کوششوں سے ان سوالات کے جوابات معلوم کرسکتا ہے لیکن ان جوابات کی صحت ہر صورت میں متیقن نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ انسان کا علم ناقص ہے اور اس کی صلاحیتیں اپنی تمام تر وسعت و عظمت کے باوجود محدود اور مقید ہیں۔ اس کائنات سے متعلق معاملات کو صرف اس کے پیدا کرنے والے کا علم ہی محیط ہوسکتا ہے جس کے علم کی صحت ہر شک وشبہے سے بالا تر ہے۔ اس لئے الٰہی ہدایت سے بے نیاز ہوکر اصلاح کی کوئی کوشش نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکتی۔ اس سے بے نیاز ہوکر جو کوششیں کی جاتی ہیں اگرچہ انھیں اصلاح سمجھ کر کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ بھی نتیجے کے اعتبار سے افساد ہی ہوتی ہیں۔ اللہ کے کلام نے انسان کی اس خودفریبی کا پردہ یوں چاک کیا ہے۔ و اذا قیل لهم لاتفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انهم هم المفسدون و لکن لا یشعرون۔ اور جب ان سے کہا جاتا

ہے کہ زمین میں فساد نہ برپا کرو تو وہ کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کے لئے کوشاں ہیں ہوشیار! وہی لوگ مفسد ہیں مگر وہ نہیں جانتے۔

اس سے بڑھ کر انسان کی ابلہی اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے ان کارناموں کو اصلاح سمجھتا ہے جو سر تا سر موجب فساد ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے ایک مقام پر اس مخلوق کو ظلوم و جہول کے خطابات دیئے ہیں (سورۂ سبا ۷۲)۔ اگرچہ یہ ذکر ایک اور بات کے ضمن میں ہے لیکن اشارۃالنص سے انسان کا فی‌نفسہ ظالم و جاہل ہونا ظاہر ہے۔ اور ظلم و جہل سے متصف مخلوق انسان سے یہ توقع کہ وہ مجرد اپنی قوتوں و صلاحیتوں پر اعتماد کرکے برائیوں کو نیکیوں میں بدل سکتا ہے خیال خام ہی نہیں بوالفریبی بھی ہے۔

یہ اللہ تعالے کا محض فضل و انعام ہے کہ اس نے انسان کی صلاح و فلاح اور ہدایت و رہنمائی کے لئے وحی و رسالت کا سلسلہ جاری کیا اور ایک صحیح متوازن پرامن اور آسودہ حال زندگی بسر کرنے کا راستہ بتایا۔ اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید میں اس زندگی کا مکمل خاکہ موجود ہے۔ یا ایھا الناس قدجاءتکم موعظۃ من ربکم و شفاء لما فی الصدور و ھدی و رحمۃ للمومنین۔